ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن نقشبندی

صدیق کی تعریف اور تشریح

صادق لفظ صدق سے اسم فاعل ہے۔ صدیق اس سے اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صدیق وہ ہے جس سے بار بار سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ سچائی اس کی عادت اور ملکہ بن جائے۔ صدق اس پر محیط ہو گیا ہو، گویا صدق نام ہے، ظاہر و باطن کی یکسانیت کا، صادق وہ ہے جو قول میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال، اعمال اور کل احوال میں سچا ہو، صدق ہر کام کا ستون ہے ہر کام کی درستی اور تکمیل صدق ہی سے ہوتی ہے[۱] الصدیق وہ ہے جو قول و اعتقاد میں سچا ہو، اور پھر اپنی سچائی کی تصدیق اپنے عمل سے کر دکھائے۔ ایسا شخص جس کا دل وحی کے برحق ہونے کی از خود گواہی دے امام رازی فرماتے ہیں۔

کل من صدق بکل امر اللہ لا یتخالجہ فی شئی منہ شک فھو صدیق[۲]

صدیق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر امر کی اس طرح تصدیق کرے کہ اس میں شک کی ملاوٹ نہ ہو۔ اس کے دل میں غلجان نہ ہو، لسان العرب میں ابن منظور ایک جملہ کا مزید اضافہ کرتے ہیں

کل من صدق بکل امر اللہ لا یتخالجہ فی شئی منہ شک وصدق النبی

۱ے عبدالقادر جیلانی، غنیتہ الطالبین، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی ص ۶۶۸

۲ے تفسیر فخرالدین رازی جلد ۳ ص ۲۸۰۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔

جو اللہ تعالیٰ کی ہر امر کی اس طرح تصدیق کرتا ہو کہ اس کے کسی حصہ میں شک کی قطعاً ملاوٹ نہ ہونے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق کرتا ہو۔ یعنی جو امر محقق اور ثابت ہو، اور اس میں قطعاً کوئی شک یا شبہ نہ ہو، نہ اس کے دل میں کوئی وسوسہ اور خلجان ہو۔ ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ (ابلیس نے اپنا گمان اور ظن ان لوگوں کے بارے میں محقق اور موجود پایا۔) اگرچہ اس نے بطور ظن کے لا ضلنہم کہا تھا) میں اسی امر محقق و ثابت کی طرف اشارہ ہے جب اس کا گمان محقق اور ثابت ہوا تو اس موقعہ پر صَدَّقَ سے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے گمان کو بیان فرمایا[۳] حاصل یہ ہوا کہ صدیق کے زبان و دل قول و عمل کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہے صرف زبان سے اعتراف کافی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا بندہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی میں اس کو صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور بندہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا ارادہ کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو کذاب لکھ لیا جاتا ہے[۴] کہا جاتا ہے کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ سچائی کو اپنائے رہے، کیونکہ ان اللہ مع الصادقین اللہ تعالیٰ سچوں کے ساتھ ہے، حضرت داؤدؑ کے پاس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو مجھے میرے باطن (دل) میں سچا جانے گا، میں اس کو مخلوق کے اندر سچا کروں گا[۵]

انسان اچھے اعمال مثلاً ایمان، اسلام، صدقہ، صبر، صلوۃ، زکوۃ وغیرہ اعمال کرتا ہے۔ جو ان اعمال کی حقیقت اور تہ تک پہنچ جائے گا صدیق کہلائے گا۔ ان امور خیر پر قائم رہنا اور کمال حاصل کرنا جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ کی اسکی صدیقیت ہوگی، اگر تمام امور میں کمال حاصل کرے، تو پکا صدیق کہلائے گا اللہ تعالیٰ کی زمین میں سیف قاطع اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تلوار کے مشابہ ہوگا جو باطل پر سوتتے ہی اس کو

---

[۳] ابن منظور، لسان العرب، بولاق مطبعہ میریہ ۱۳۰۱ھ جلد بارہ ۱۲ ص ۶۴

[۴] عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، کراچی مدینہ پبلشنگ کمپنی ص ۶۶۸۔ بخاری شریف، میرٹھ، مطبع الہاشمی جلد ۲ ص ۹۰۰ کتاب الادب۔ [۵] عبدالقادر جیلانی۔ غنیۃ الطالبین ص ۶۶۸۔

نا کارہ اور کاٹ دیتی ہے۔ اوندھے منہ پچھاڑ دیتی ہے، کذاب مقام صدیقیت کو کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا، کمال انقیاد اور اخلاص کے ساتھ صدیق کا قلب از خود وحی کی تصدیق کرتا ہے، صدیق کبھی جھوٹ نہیں بولتا، سچ کا اس قدر خوگر ہوتا ہے کہ اس سے جھوٹ بن بھی نہیں پڑتا، صدیق کی تصدیق میں اگر ایک حبہ کے برابر بھی کمی ہوگی تو صدیقیت کے درجہ سے نکل جائے گا، اس کی روحانی اور قلبی اعمال اس کے بدنی اعمال سے بڑھ جاتے ہیں۔ مجاہدات میں دوسروں کی طرح تکلیف تو در کنار احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ ہر عمل اس کے لئے سہل اور آسان کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو اپنی مرضیات اور خواہشات پر مقدم رکھتا ہے اور ہر عمل سے رب العلمین کی رضا جوئی ہی کا طالب ہوتا ہے۔[۶]

صدیق کا واحد مقصد اور نصب العین صرف اور صرف اپنے رب کی خوشنودی اور رضاجوئی ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی (سو جس نے دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی) اس آیت کے بعد سورۃ واللیل کے آخر میں بیان فرمایا گیا کہ اعمال خیر سے صرف ذات باری تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہے۔ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ہ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی[۷] (بجز اپنے رب کی رضاجوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا، کہ اس کا بدلہ اتارنا مقصود ہو) صدیق صرف رضاجوئی کے لئے ہی تصدیق رسالت کرتا ہے نہ صرف تصدیق کرتا ہے بلکہ باقی تمام پر اس تصدیق رسالت میں سبقت لے جاتا ہے اور امت کے لئے مقتدی قرار پاتا ہے۔ نبی کے ساتھ اس کو وہی نسبت ہوتی ہے جو گندھک کو آگ سے ہوتی ہے تصدیق وحی میں مضطر ہوتے ہیں، نبی کے دیکھنے کے بعد تصدیق ہی کرتا ہے، نہ اس کو تردد ہوتا ہے اور نہ لیت ولعل سے کام لیتا ہے۔[۸]

۶؎ مدارج السالکین جلد ۲ ص ۲۰۳

۷؎ واللیل آیت ۵، ۶، آیت ۱۹، ۲۰۔

۸؎ مدارج السالکین جلد ۲ ص ۲۰۳، تفسیر فخر الدین رازی جلد ۳ ص ۳۸۰۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ [۱]

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید (گواہ) ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے، اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

قرآن مذکورہ الفاظ سے صدیق کی تعریف بیان کرتا ہے، صدیق کا مقابل کافر اور شہید کا مقابل کاذب قرار دیتا ہے، دوزخ میں رہنے کے لئے کفر میں کمال ہونا چاہیئے۔ اگر ایک حبہ برابر بھی کفر میں کمی ہوگی تو وہ شخص دوزخ سے ضرور نکالا جائے گا، اسی طرح صدیق کی تصدیق میں ایک حبہ کے برابر بھی کمی ہوگی، تو ایسا شخص صدیق نہیں ہو سکتا، اس تعریف سے یہ بھی واضح ہوا، کہ صدیق کی ضد کذاب نہیں۔ بلکہ کذاب کی ضد شہید ہے۔

نبی جس امر کی خبر دیتا ہے، اس میں اس کا صادق ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ نبی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود بھی اپنے اوپر یہ یقین رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبی ہوں کلمہ شہادت جس طرح امتی پر فرض ہے نبی پر بھی یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کی تصدیق کرے، اور اس میں کوئی تردد اور شک نہ ہو، لہذا ہر نبی صدیق ضرور ہوتا ہے لیکن قرآن کے بعض مقامات میں بعض انبیاء کے ساتھ لفظ صدیق کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا کلام حشو وزوائد سے پاک ہے۔ اب اس اضافہ کا کوئی خاص مقصد اور سبب ضرور ہوگا، اور یہ سبب ان انبیاء میں وصف صدیقیت کا نہایت نمایاں طور پر ہونا تھا کیونکہ صدیقیت ایک اذعانی کیفیت اور عملی پہلو ہے، اذعان و یقین کا تعلق قلب سے ہوتا ہے، ان انبیاء کا اذعان اور یقین اتنا ظاہر تھا کہ اس خاص وصف کے ساتھ انہوں نے شہرت حاصل کر لی تھی، اس کے علاوہ یہ کہ کسی خاص امر میں وہ دوسروں کے مقتدیٰ و پیشوا بھی قرار پائے تھے۔ چنانچہ ایسے انبیاء کو قرآن نے

---

[۱] الحدید آیت ۱۹ پ ۲۷

صدیقا نبیا کے وصف سے یاد کیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ واذکر فی الکتب ادریس انہ کان صدیقا نبیا۔ اس کتاب میں حضرت ادریس کا ذکر کریں وہ ایک صدیق نبی تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو صدیق کیوں کہا، اس کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہونگے لیکن عام طور سے لوگ یہ بیان کرتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے، حضرت ادریس کا نام اختوخ تھا، جو بعد میں ادریس ہوا، آپ پر ۳۰ صحیفے نازل ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے تحریر ایجاد کی اور علم و نجوم میں بھی سب سے پہلے غور و خوض فرمایا سب سے پہلے کپڑا سی کر پہنا، اور اسلحہ کو ایجاد کیا سب سے پہلے کفار سے قتال اور جہاد فرمایا اور ان امور میں بعد والوں کے مقتدی اور پیشوا بنے۔[۱۰]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صدیق نبی کہا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذکر فی الکتب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا[۱۱] (اور اس کتاب میں ابراہیم کا بھی ذکر کریں، بے شک وہ ایک صدیق نبی تھے)، جو شخص اپنے اقوال و افعال اور اخلاص میں صدق کو لازم پکڑے صرف حق اور نفس واقعہ کے مطابق ہی کسی عمل کا صدور اس سے ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی آیا ہو اپنے قول اور عمل سے نہایت کثرت سے اس کی تصدیق کرے، اور اس تصدیق میں توقف اور مہلت اس کو ہرگز پیش نہ آئے۔ کما اور کیفا کمال درجہ کی تصدیق ہو، ان صفات کا حامل شخص صدیق کہلائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ اوصاف نہایت اتم درجہ پر موجود تھے اور اتنے کثیر التصدیق تھے کہ آپ اس وصف صدیق کے ساتھ مشہور ہو گئے، دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ان کی تصدیق کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:- ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین[۱۲]

---

۱۰ شیخ زادہ جلد ۲ ص ۲۹۲

۱۱ سورۃ المریم آیت ۴۱ پ ۱۶

۱۲ سورۃ النحل آیت ۱۲۰۔

بیشک ابراہیم پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان تھے اور یک طرفہ مخلص تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند مابہ الامتیاز صفات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے لفظ امۃ فرمایا جس کے معنی امام کے ہیں، جن کی اقتدا کی جاتی ہے، اپنی ذات میں حضرت ابراہیمؑ ایک امۃ تھے، قانت فرمایا گیا، اس کے معنی اطاعت گذار فرماں بردار کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری کمال درجہ کی تھی اپنی ذات میں اطاعت ہی اطاعت تھے، تیسری صفت حنیفا بیان کی گئی ہے جس کے معنی شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آجانے والے کے ہیں، بھلائی کے سکھانے والے اور اللہ و رسول کی ماتحتی کرنے والے کو امت قانت کہا جاتا ہے، اس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے زمانہ میں تنہا امت تھے، تابع فرمان اور موحد تھے ان کی توحید کی کیفیت لم یک من المشرکین میں مزید تاکید سے بیان کردی ہے، کمال درجہ کے موحد تھے، شرک کا شائبہ تک ان میں نہ تھا، باقی لوگ اس وقت کافر تھے اور حضرت ابراہیمؑ ہدایت کے امام تھے، اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قدر دان اور شکر گذار بندے تھے اور اپنے رب کے تمام احکام پر عامل تھے[۱۳] وابراھیم الذی وفی[۱۴] (وہ ابراہیمؑ جس نے پورا کیا) اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری بجا آوری کی اور ایک حبہ کے برابر بھی اس میں کمی نہ کی، دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے ان کو مختار اور برگزیدہ اسی وجہ سے بنایا تھا۔ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝[۱۵]

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کرلیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دیں تھیں

---

۱۳ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۹۱

۱۴ سورۃ النجم آیت ۳۷ پ ۲۷۔

۱۵ سورۃ النحل آیت ۱۲۱، ۱۲۲ پ ۱۴

اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے۔

حضرت ابراہیمؑ کو برگزیدہ، مقتدی، پیشوا قرار دیا اور راہ راست بھی سمجھا دی تھی۔
ولقد آتینا ابراھیم رشدہٗ من قبل[16] (ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو رشد وہدایت دے رکھی تھی) اللہ کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے اور دین و دنیا کی خیر کا جامع بنا دیا تھا، پاکیزہ زندگی کے تمام اوصاف حمیدہ ان میں موجود تھے اور مقتدی بننے کی صلاحیت بھی موجود تھی۔
واذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن[17] (اور جس وقت حضرت ابراہیم کا امتحان لیا ان کے رب نے چند باتوں میں تو وہ ان کو پوری طور سے بجا لائے)۔ اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مقتدی اور پیشوا بننے کی صلاحیت کا کامیابی سے ثبوت دیا رشد و ہدایت کے امام بنے اور صراط مستقیم پر چلنے اور گامزن ہونے کا عملی ثبوت بہم پہنچایا۔ اوصاف حمیدہ جو ان میں موجود تھے، اس کا نہایت خوبی اور پوری صلاحیت کے ساتھ عملی اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کے خیر کا جامع بنا دیا، نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اپنے رب کے پورے پورے منقاد تھے، تابع فرمان اور اطاعت گزار تھے، لہذا بعد میں آنے والوں کیلئے امام اور مقتدی بنا دیا، اور آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی دین ابراہیمی کی اتباع کا پابند بنا دیا جاتا ہے۔ ثم اوحینا الیك ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا[18] (پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم حنیف کی اتباع کرتے رہیں)

ای خاتم الرسل آپ بھی دین حنیف کی اتباع کے پابند ہیں۔ آپ لوگوں سے فرمائیے قل اننی ھدانی ربي الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا[19] آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے ایک سیدھا رستہ بتلا دیا ہے وہ ایک مستحکم دین ہے جو طریقہ (ملت)

---

[16] سورۃ الانبیاء آیت ۵۱۔
[17] ” البقرہ آیت ۱۲۴۔
[18] ” النحل ” ۱۲۳ پ ۱۴
[19] ” الانعام ” ۱۶۱۔

ہے ابراہیم کا جس میں ذرا بھی نہیں ہے) دین ابراہیم کی اتباع ہی صراط مستقیم ہے اور اس پر چلنے پابند محمد رسول اللہ کی امت بھی ہے: ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمکم المسلمین[۲۰] اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو۔ اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا، ان الدین عند اللہ الاسلام[۲۱] اللہ کے نزدیک بیشک دین تو اسلام ہے، اعلان فرمادیا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا[۲۲] آج تمہارے لئے دین کو مکمل کیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کی، راضی ہوا میں تم سے دین اسلام کے ذریعہ) ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ[۲۳] اور جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرے گا، تو وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح فرمان خداوندی کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام امام حنفاء اور ابوالانبیاء بن گئے۔ اور بعد کے تمام لوگوں کے مقتدی و پیشوا بن گئے، اور اب آنے والے انبیاء و رسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ٹھہرے، حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام قربت کے امام تھے، اور فطری کمالات کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمام انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہوں[۲۴] اس مقتدی و پیشوا ہونے کو بیان کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو صدیق نبی فرمایا آیت میں صدیق کو نبی پر مقدم فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ صدیقیت سے نبوت کی طرف عروج فرمایا اور نبوت پر فائز ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرتبہ صدیقیت مقام نبوت کے بالکل متصل ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی دوسرا مقام فاصل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ نبوت اور وحی کے رموز نبی کے بعد صرف صدیق ہی سمجھ

---

[۲۰] سورۃ الحج آیت ۷۸

[۲۱] " ال عمران آیت ۱۹ پ ۳

[۲۲] " المائدہ " ۳ پ ۶

[۲۳] " آل عمران " ۸۵ پ ۳

[۲۴] تفسیر کثیر ص ۱۴۲/۱۴۱ ۔

سکتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی صدیق تھے۔ یوسف ایھا الصدیق[۲۵] (اے یوسف اے صدیق آپ ہم لوگوں کو جواب دیجئے) جیل خانہ سے رہائی پانے والے حضرت یوسف کو لفظ صدیق سے مخاطب کرتے ہیں، کیونکہ ان لوگوں نے آپ سے کذب کا کبھی تجربہ نہیں کیا تھا، بلکہ صدق میں آپ کو مکمل اور کامل پایا تھا، خواب کی تعبیر بالکل صحیح اور درست دی تھی[۲۶] یہاں بھی واضح ہو جاتا ہے، کہ صدیقیت کو تعبیر رویا سے بھی خاص مناسبت ہوتی ہے، اسی مناسبت کی بناء پر حضرت یوسف کو جیل سے رہائی پانے والے نے صدیق سے مخاطب کیا، ورنہ ان لوگوں کے سامنے کوئی دوسرا وصف اس وقت موجود نہ تھا، کہ جس کی مناسبت سے حضرت یوسف کو صدیق سے مخاطب کرتے، حضرت یوسف اپنے زمانہ میں تعبیر رویا میں دوسروں کے مقتدا اور پیشوا قرار پائے، ایسا معلوم ہوتا ہے، اس زمانے میں علم تعبیر رویا سے لوگ یکسر ناواقف تھے اور اس علم کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ (قالوا اضغاث احلام) کہہ کہ خوابوں کو پریشان خیالات کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ سے واضح ہوتا ہے جب بادشاہ مصر نے اپنے درباریوں سے خواب کے متعلق دریافت کیا، تو ان لوگوں نے کہا۔ قالوا اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین[۲۷] (وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں، اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے) درباریوں کے جواب سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ علم ان کے یہاں غیر متعارف تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس علم کو متعارف کراتے ہیں، اور خواب کو بھی ایک حقیقت قرار دیتے ہیں اور جیسا بیان کرتے ہیں اسی کے موافق وقوع پذیر ہوتا ہے، اب بادشاہ کے خواب دیکھنے کے بعد درباریوں میں سے ایک صاحب دوڑتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں، کیونکہ اس سے قبل ایک خواب کی تعبیر

---

۲۵ سورۃ الیوسف آیت ۴۶ پ ۱۲۔

۲۶ تفسیر فخر الدین رازی جلد ۵ ص ۱۹۸

۲۷ سورۃ الیوسف آیت ۴۴۔ پ ۱۲۔

دریافت کرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خصوصیت ان پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ جانتا تھا کہ فن تعبیر رویاء کے امام صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی ہیں، اور وہی تعبیر دے سکتے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام بھی صدیق تھے واخی ھارون ھوافصح منی لسانافارسلہ معی ردءً ا یصدقنی انی اخاف ان یکذبون ۲۸ے (میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیجئے کہ وہ میری تصدیق کریں گے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے) اس مقام کی تفصیل صدیق کی ضرورت کے تحت بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی صدیق تھے۔ ان اللہ یبشرك بیحیی مصدقا بکلمة من اللہ وسیدا وحصورا ونبیا من الصلحین ۲۹ے (اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہیں، کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہونگے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ بھی ہوں گے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے اور خود بھی نبی اور مقتدی ہونگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ بھی صدیق تھے، وقفینا علی آثارھم بعیسی بن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراة وآتینٰہ الانجیل فیہ ھدیً ونور و مصدقا لما بین یدیہ من التورٰة ۳۰ے (ہم نے عیسیٰ بن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب توراۃ کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا، اور وہ اپنے سے پہلے کی یعنی توراۃ کی تصدیق کرتی تھی)

اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام توراۃ پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے احکام کے مطابق فیصلہ

۲۸ے سورۃ القصص آیت ۳۴ پ۲۰

۲۹ے 〃 آل عمران 〃 ۳۹ پ۳

۳۰ے 〃 المائدہ 〃 〃 پ۶

کرتے تھے اور جو کتاب آپ پر نازل ہوئی یعنی انجیل وہ بھی تورات کی تصدیق کرنے والی تھی[۳۱]
قرآن بھی اپنے ماقبل کتب سماوی (توراۃ و انجیل) کی تصدیق کرنے والا ہے: ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ[۳۲] یہ قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں، بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں ہو چکی ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے: وما کان ھذا القرآن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العلمین[۳۳] (یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو، بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، جو اس کے قبل ہو چکی ہیں) اور یہ قرآن وہی کچھ کہتا ہے جو سابقہ کتب سماوی کہتی ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والے تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق خوشخبری بھی دینے والے تھے، واذ قال عیسی بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورٰتہ و مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہٗ احمد[۳۴] (اور جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس بھیجا ہوا آیا ہوں۔ کہ مجھ سے جو پہلے توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں۔ جس کا نام احمد ہوگا، ان کی بشارت دینے والا ہوں) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی کی تصدیق کرنے والا اور بعد میں آنے والے نبی اور رسول کی خوشخبری دیتے آئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا، کیونکہ آپ نے تو تصدیق فرمائی لیکن بعد میں آنے والے کی بابت صاف بیان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں، جیسے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے بیان فرمایا تھا

---

[۳۱] تفسیر ابن کثیر، سورۃ المائدہ آیت ۴۶ پ۶

[۳۲] سورۃ الیوسف آیت ۱۱۱ پ۱۳

[۳۳] 〃 الیونس 〃 ۳۷ پ۱۱

[۳۴] 〃 الصف 〃 ۶ پ۲۸

کہ توراۃ میں میری خوشخبری دی گئی تھی، اور اس کے احکام کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں، اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو نبی امی مکی احمد مجتبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نبی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں، آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول، نبوت و رسالت سب آپ پر من کل الوجوہ ختم ہو گئی، آپ کا فرمان ہے کہ میرے بہت سے نام ہیں محمد، احمد اور میں ماحی ہوں جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے کفر کو مٹا دیا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو[۳۵]۔

دوسری روایت میں ہے، کہ آپ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے، جو ہمیں محفوظ رہے ان میں سے چند یہ ہیں، آپ نے فرمایا میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، میں مقفی ہوں، میں نبی الرحمۃ ہوں، میں نبی التوبہ ہوں، میں نبی الملحمۃ ہوں اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو[۳۶]۔

خلاصہ یہ کہ عیسی علیہ السلام بھی صدیق تھے، کیونکہ تصدیق کا لفظ ہر اس شے کے متعلق بولا جاتا ہے، جس میں کسی امر کی تحقیق پائی جاتی ہو، حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے قول اور عمل سے توراۃ اور اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کی اور اس کو ثابت بھی کر دکھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تصدیق کرنے والے تھے، واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما آتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ط قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری ط قالوا اقررنا ط قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین[۳۷]

اور جبکہ اللہ تعالی نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں، پھر تمہارے

---

[۳۵] بخاری، کتاب المناقب باب فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱ ص ۵۰۱۔

[۳۶] مسلم شریف، کتاب فضائل باب اسماء صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱۵ ص ۱۰۵

[۳۷] سورۃ البقرہ آیت ۱۰۱ پ ۱

پاس کوئی رسول جو مصدق ہو۔ اس کا جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا، اور اس کی طرفداری بھی کرنا، فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرے عہد کو قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا، تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

ولما جاء ھم رسول من عند اللّٰہ مصدق لما معھم ۳۸؎ (اور جب ان کے پاس ایک رسول آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے) اس طرح رسول اللہ بھی صدیق تھے آپ بھی اپنے سے پہلے انبیاء اور رسل اور ان پر نازل ہونے والی کتب کی تصدیق کرنے والے تھے اور اسی تصدیق کے صلہ میں انبیاء سابقین سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے آپ کو مصدق یعنی تصدیق کرنے والے بیان فرماتے ہیں، من محمد رسول اللّٰہ صاحب موسی واخیہ والمصدق لما جاء بہ موسی ۳۹؎ (اللہ کے رسول محمد کی جانب سے جو موسیٰ کا بھائی اور دوست ہے اور اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہیں جو موسیٰ لائے ہیں۔

ہر صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر نبی صدیق ضرور ہوتا ہے کیونکہ نبی لوگوں پر گواہ بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فکیف اذا جئنا من کل امة بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا ۴۰؎ سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا، جبکہ ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر لاویں گے) اس آیت کی رو سے ہر نبی اپنی امت پر گواہ ہوں گے اور ایک گواہ کا قول اسی وقت قبول کیا جاتا ہے، جبکہ وہ اس میں کاذب نہ

۳۸؎ سورۃ البقرہ آیت ۱۰۱ پ ۱

۳۹؎ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۵۴۴

۴۰؎ سورۃ النساء آیت ۴۱

ہو۔ لہذا ہر نبی کا صدیق ہونا ضروری ہوا، اب یہ بات کہ صدیق کے لئے نبوت بھی ضروری ہے یا نہیں؟ ہمارا جواب یہ ہوگا، کہ صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں، صدیقیت ایک وصف ہے اور جس میں یہ وصف کمال درجہ پر ہو۔ اس کو صدیق کہیں گے؛ وامہ صدیقۃ[41] حضرت عیسیٰ کی والدہ صدیقہ تھیں تصدیق کرنے والی تھیں۔ وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القنتین[42] (اور انہوں نے اپنے رب کے پیغاموں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ اطاعت والیوں میں سے تھیں) حضرت جبرائیل علیہ السلام جب ان کے پاس گئے اور ان کے ساتھ ہم کلام ہوئے تو حضرت مریم نے ان کی تصدیق کی اور معاصی سے غایت درجہ بعید رہیں اور مراسم عبودیت کے قیام میں پوری کوشش وجد وجہد کی، اور جو ان صفات میں کامل ہو وہ صدیق ہوتا ہے[43] اس کے ساتھ نبیہ نہ تھیں، کیونکہ مقام وصف ہے اور بہترین وصف جو حضرت مریم کا تھا بیان کر دیا اگر نبوت والی ہوتیں تو اس موقعہ پر اس کا بیان نہایت ضروری تھا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم حضرت ادریس علیہما السلام کے ساتھ صدیق کے فوراً بعد نبی کا اضافہ کر دیا اور فرمایا کان صدیقا نبیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں بھی اس کا خیال رکھا گیا، لیکن حضرت مریم کے ذکر میں صدیقہ ارشاد فرما کر سکوت اختیار کر لیا گیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ صدیقیت کے لئے نبوت ضروری نہیں اور انبیاء اور رسولوں کے علاوہ بھی صدیقیت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں، نبی اور رسول نہ ہوتے ہوئے بھی صدیق ہو سکتے ہیں۔

---

[41] سورۃ المائدہ آیت ۷۵ پ ۶

[42] " التحریم " ۱۲ پ ۲۸

[43] تفسیر رازی جلد ۳ ص ۶۴۳